تحقیقی مجلہ ارمغانِ سرحد
جلد۱، شمارہ۲، جولائی تا دسمبر ۲۰۲۴ء (Vol:1, Issue:2, 2024) (Research Journal: Armaghan-e-Sarhad)
شعبہ اردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی، پشاور

کرونا وبا میں تخلیق شدہ ادب

Literature Produced During the COVID-19 Pandemic

طلعت حسنیٰ

شعبہ اردو، سرحد یونیورسٹی آف سائنس اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی پشاور

Talat Husna
Department Urdu, Sarhad University of Science and Information Technology, Peshawar

Abstract:

In the early 2020's, the Corona Epidemic (also called COVID-19) affected every walk of life and all aspects of social life underwent many changes. Like other fields, Urdu literature was also deeply affected. Many writers and poets felt the crisis and spoke of its pain, attitudes of people and tragedies associated with Corona crises. Especially when the virus spread all over the world, professional and amateur writers and poets alike made this important tragedy their subject through their articles and poetry. A variety of communication media were used for this, including newspapers, weekly journals, social media and literary magazines. Apart from this, novels were also written on this subject and Corona crisis was also made the subject in poetry. From the point of view of literary studies, such a creative writing on the Corona crisis is an interesting trend.

Many new trends can be noticed by looking at the creative writings during the Corona epidemic. Many words were used so frequently that they became part of Urdu literature such as social distance, lockdown, quarantine, mask and loneliness etc. were frequently used in the writings. Similarly, the psychological effects of the Corona crisis can be felt in the writings. The helplessness of the patients, the loneliness caused by lockdown and the economic hardships, these were the difficulties which were felt by the authors and were made subject in the writings.

This research study examines the psychological review of the selected literary works and examines the effects of the epidemic on the writings of authors. Study will cover and see uuniqueness of Urdu creative writings due to the practices of lockdown, quarantine, social distances and isolation. It is studied that what were the authors' feelings & how he/she expressed his/her

feelings and what are the psychological effects of the epidemic on the creative writings.
Keywords: Covid, Fear, Loss, Literature, Empathy, Social, Distance, Psychological Effects

جنگ، زلزلے، وبائیں اور بڑے سانحے ایسے المیے ہیں جن سے پورا معاشرہ تبدیل ہو جاتا ہے۔ لوگوں کے جذبات، احساسات اور رویے یکسر بدل جاتے ہیں۔ ان المیوں سے بڑا ادب جنم لیتا ہے اور پھر ادب ہی ایک ایسا ذریعہ رہ جاتا ہے جس سے ہمیں غیر معمولی حالات میں انسانی رویوں، جذبات اور سماجی تبدیلیوں کا پتہ چلتا ہے۔
۲۰۲۰ء کے اوائل میں کرونا وبا (جسے کووڈ ۔ 19 بھی کہتے ہیں) نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی جانب سے اس وبائی وائرس کو عالمی خطرہ تسلیم کیا گیا اور اسے پبلک ہیلتھ ایمر جنسی قرار دے دیا گیا(۱)۔ وبا کی وجہ سے سماجی زندگی کے تمام پہلوؤں کو کئی تبدیلیوں کا سامنا کرنا پڑا۔ بہت سے دوسرے شعبوں کی طرح علم و ادب کی سرگرمیاں بھی ماند پڑ گئیں۔ ابتدائی وبا کے پھیلنے اور اس کے بعد کی صورتحال نے پوری دنیا کے ادیبوں کو ترغیب دی کہ وہ اس اہم موضوع پر طبع آزمائی کریں اور موجودہ صحت کے بحران کے اثرات پر تبصرہ کریں۔ خاص طور پر ۲۰۲۰ء کے پہلے مہینوں میں، جب یہ وائرس چین سے باقی دنیا میں پھیل گیا، پیشہ ور اور شوقیہ ادیبوں اور شاعروں نے یکساں طور پر اپنے مضامین اور شاعری کے ذریعے اس اہم المیے کو اپنا موضوع بنایا۔ مختلف قسم کے ذرائع ابلاغ کا استعمال کیا گیا جن میں اخبارات، ہفت روزے، سوشل میڈیا اور ادبی جرائد سے لے کر عوامی مقامات پر دیواروں تک کو آگاہی کے لئے استعمال کیا گیا۔ ادبی مطالعے کے نقطہ نظر سے، کورونا بحران پر اس طرح کی طبع آزمائی ایک دلچسپ رجحان ہے۔ اردو ادب میں بھی کئی ادیبوں اور شعراء نے اس بحران کو محسوس کیا اور اس کے درد، رویوں اور المیوں کو زبان دی۔ ادیبوں میں سے کئی نے خالص کرونا کے موضوع پر طبع آزمائی کی تو کئی ادیب ایسے بھی ہیں جنھوں نے اگرچہ کرونا کو موضوع نہیں بنایا لیکن ان کی تحریروں میں بھی کرونا وبا کا نفسیاتی اثر پایا جاتا ہے۔
اس تحقیقی مطالعہ میں منتخب تصانیف کا نفسیاتی اور تحقیقی جائزہ لیا گیا ہے اور یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ وبا کی وجہ سے تخلیق کاروں کے تحریروں پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔ قید تنہائی (لاک ڈاؤن)، طبی گوشہ نشینی (قرنطینہ)، سماجی دوری اور تنہائی میں لکھی گئی اردو تخلیقات میں کیا انفرادیت ہے؟ تخلیق کاروں کے احساسات کیا تھے اور انہوں نے اپنے احساسات کو کیا الفاظ دئے ہیں۔ تخلیق پر اس وقت وبا کے نفسیاتی اثرات کیا تھے۔ درد اور المیوں کا کس طرح احاطہ کیا گیا

اور زندگی کے امید کو کس طرح اجاگر کیا گیا۔ ادب کے کونسے نئے اصطلاحات ہیں جو وبا کی وجہ سے روزمرہ کی گفتگو اور تحریروں میں استعمال ہونے لگے اور کرونا کے دوران ادب کا کونسا نیا باب وجود میں آیا؟

کرونا وبا کے دوران تخلیق شدہ ادب کا جائزہ:

اردو نثری ادب:

اردو ادب میں کئی معروف تخلیق کاروں نے تاریخ میں گزری وباؤں اور حالیہ کرونا وائرس کے موضوع کا احاطہ کیا ہے۔ کرونا وبا کے پس منظر میں ذاتی مشاہدات اور احساسات پر مبنی ناول ''شہر خالی، کوچہ خالی'' مستنصر حسین تارڑ نے لکھا ہے۔ جس میں کرونا کی وجہ سے پیدا شدہ صورتحال اور اس کے مشاہدے کو ''کرونا کے شب و روز'' کے نام سے الفاظ دئے گئے ہیں۔ تنہائی اور سماجی دوری کی وجہ سے سڑکوں اور بستیوں کی سنسانی اور اس سنسانی کی وجہ سے مختلف پرندوں کا واپس آنا اور منڈیر پر بیٹھنا، مصنف کے لئے خوبصورت احساس ہے۔ جس میں فاختہ کو زندگی کا نام دیا گیا ہے۔ دوسری طرف کرونا کی تباہ کاریوں اور موت کے لئے مصنف نے پانی اور چیل کو بطور استعارہ استعمال کیا ہے۔ ناول کے شروع میں افغان شاعر امیر جان صبوری کا فارسی کلام ''شہر خالی، کوچہ خالی'' بمعہ ترجمہ دیا گیا ہے جس کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے کہ شاعر نے تخیل میں کرونا کے موجودہ حالات کا قریب سے مشاہدہ کیا ہے۔

''شہر خالی، رستہ خالی، محلہ خالی، گھر خالی
پیالہ خالی، میز خالی، ساغر اور پیمانہ خالی''(۲)

اسی طرح انٹون چیخوف کی ایک نظم ''وبا کی تنہائی'' بھی اس ناول کا ابتداء ہے۔ یہ نظم انٹون چیخوف نے ۱۸۹۰ میں کہی تھی اور حیرت انگیز طور پر ایک صدی سے زیادہ وقت گزرنے کے بعد آج بھی کرونا کے پس منظر میں یہ نظم تروتازہ ہے۔

اس ناول میں کرونا کے شب و روز کا مفصل ذکر ہے۔ بے بسی ہے، تنہائی ہے، ڈر اور خوف ہے لیکن ساتھ ہی امید بھی، زندگی بھی ہے۔ نئے رویے بھی ہیں اور طور طریقے بھی۔

کرونا کی وجہ سے طور طریقوں میں تبدیلیاں:

کرونا کی وجہ سے طور طریقوں میں کئی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں، جن میں ہاتھ نہ ملانا، سماجی دوری اختیار کرنا، ماسک اور صابن کا استعمال وغیرہ شامل ہیں۔ ''شہر خالی، کوچہ خالی'' میں مستنصر حسین تارڑ صاحب اپنے مشاہدات کچھ یوں بیان کرت ہیں:

> ”بچے یعنی میرے پوتے پوتیاں دن میں صرف دو بار میرے کمرے میں داخل ہوتے ہیں، ایک بار صبح بخیر کہنے کے لئے اور پھر شب بخیر کا فرض ادا کرنے کی خاطر۔ پہلے کی طرح میں ان سے لپٹ کر ان کے رخساروں پر بوسے ثبت نہیں کر سکتا۔ وہ سماجی فاصلے کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے مجھ سے کچھ دور کھڑے ہو جاتے ہیں، اپنی دونوں کہنیوں کا رخ میری جانب کر کے گویا سلام کرتے ہیں اور پھر اس ورزش کے بعد وہ اپنے بازو سمیٹ کر اپنے گلے سے لگاتے ہوئے منہ سے پچ پچ کرتے ہیں اور دادا کو ایک کرونا بوسہ دور سے پچکار کر چلے جاتے ہیں“(۳)

کرونا وائرس سے انکار اور بے یقینی:

البرٹ کامیو نے ۱۹۴۷ء میں ”دی پلیگ“ کے نام سے جو ناول لکھا تھا۔ وہی حالات مستنصر حسین تارڑ نے ۲۰۲۰ء میں کرونا کے دوران دوبارہ ان کے ناول ”دی پلیگ“ کو پڑھتے ہوئے محسوس کئے اور ان کو لگا کہ جیسے کامیو اس کے برابر والے گھر میں رہ رہا ہے۔ تارڑ صاحب اپنے ناول ”شہر خالی، کوچہ خالی“ میں کچھ یوں رقم طراز ہیں۔

> ”تو اگر یہ وبا ممکن ہو گئی ہے تو یہ بھی ممکن ہو سکتا ہے کہ البرٹ کامیو میرے برابر کے گھر میں رہتا تھا اور میں اس کی موجودگی سے بے خبر تھا۔ یہ امکان قوی تر ہو گیا جب میں نے ”دی پلیگ“ کا کچھ حصہ پڑھا کہ یہ تو انہی وقتوں کے قصے تھے، یہی اس شہر کے اجاڑ پن کو بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں کی وہی بے یقینی کہ ہمیں کچھ نہیں ہو گا، انکار کی وہی کیفیت، اقرار سے کوسوں دور، یہی مرونی جو شہر میں اٹھتے جنازوں کی نسبت بڑھتی جاتی ہے تو میں خوب آگاہ تھا۔ کامیو نے یہیں آس پاس بیٹھ کر یہ ناول لکھا تھا“ (۴)

کرونا کے دوران کئی افسانے بھی لکھے گئے ہیں۔ معروف افسانہ نگار محمد حمید شاہد کے کئی افسانوں میں خالص کرونا کو موضوع بنایا گیا ہے جن میں ”بند دروازہ اور سنسان گلی“، ”وبا، بارش اور بندش“”کرونا اور قرنطینہ“، ”گل مرگ“، ”مری گود میں دم نکلے گا“ شامل ہیں۔ ان افسانوں میں کئی نفسیاتی رویوں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ چند نفسیاتی رویوں کا ذکر ذیل میں کیا گیا ہے۔

وائرس کا خوف اور لکھنے پڑھنے پر اثرات:

ایک ادیب کا سب سے اہم کام لکھنا پڑھنا ہوتا ہے۔ کرونا وبا کے خوف نے کس طرح ادیبوں کے لکھنے اور پڑھنے پر اثر ڈالا اس کا ذکر ”بند دروازہ اور سنسان گلی“ میں آصف فرخی کے حوالے سے حمید شاہد نے کیا ہے کہ کس طرح ایک ادیب کو یہ یاد دلانے کی کوشش کی گئی ہے کہ بریکنگ نیوز کی ذد میں ڈپریشن میں مبتلا ہونے سے اچھا ہے کہ ادیب لکھنے پر

توجہ دے۔ افسانہ نگار آصف فرخی کرونا وبا کے دوران ہی وفات پا گئے تھے لیکن وہ آخر تک لکھتے رہے اور اردو ادب میں کورنا کے حوالے سے "تالہ بندی کا روزنامچہ" اور کتابی سلسلہ دنیازاد کے "وبا نمبر" کی صورت میں گراں قدر اضافہ کیا۔

"پڑھنا لکھنا نہیں چھوڑنا، اور لکھنا تو بالکل نہ چھوٹے۔ دیکھو میں بھی تو تالہ بندی کا روزنامچہ لکھ رہا ہوں۔"(۵)

تحریروں میں احتیاطی تدابیر کا ذکر:

کرونا کی وجہ سے احتیاطی تدابیر کا ذکر ہو، خود پر بیتی حالات کا تجزیہ ہو یا اپنے ارد گرد سماجی رویوں اور خاص طور پر مزدوروں کے حالت زار کا ذکر ہو۔ تخلیق کاروں نے ہر موضوع پر لکھا ہے اور لوگوں میں آگاہی پھیلانے کی کوشش کی ہے۔

"ہینڈ سینٹائزر کو مناسب جگہ پر رکھنا، وٹامن سی کی گولیاں گول کر پینا، سارے گھر کو صاف کرنا، سب ہو چکا تو میں کتاب لے کر ایک طرف بیٹھ گیا"(۶)

درد اور المیوں کی منظر کشی:

تخلیق کاروں کے قلم کرونا کے دوران اس اہم المیے کو نظر انداز نہیں کر سکے اور اپنے طور پر کسی نہ کسی طرح لوگوں کو متوجہ کرنے کی کوشش کی کہ معاشرے کے افراد پر کرونا کی وجہ سے کیا بیت رہی ہے۔ ایک بوڑھے مزدور کی حالت زار کچھ اس طرح بیان کی گئی ہے۔

"بوڑھے کی آنکھیں آنسوؤں سے بھری ہوئی تھیں۔ میں چپ چاپ اسے گیٹ کے اوپر سے دیکھتا رہا۔ اس کے ہاتھ اٹھے اور ایک کپکپاہٹ میری سمت اچھال کر نیچے گر گئے۔۔۔ اچانک وہ نیچے زمین پر بیٹھ گیا۔ اب میں اسے نہیں دیکھ سکتا تھا تاہم اس کی لرزتی آواز سن سکتا تھا جس میں اس نے اپنے بچوں کے تین دن سے بھوکے ہونے کا بتایا تھا اور کچھ اور کہنے سے پہلے یوں چپ ہو گیا تھا جیسے اوپر اچھالی جانے والی اینٹ واپس آ کر اس کی کنپٹی پر لگی اور اسے خاموش کر گئی تھی۔"(۷)

تحریروں میں ماحول اور معیشت کی طرف توجہ:

لاک ڈاؤن کی وجہ سے لوگوں کی نقل و حمل محدود تھی جس کی وجہ سے ماحول پر بہت مثبت اثر پڑا تھا۔ شور شرابا، گاڑیوں کا دھنواں، اور سڑکوں، گزرگاہوں اور پارکوں میں گندگی میں کافی کمی آئی تھی۔ پرندے دوبارہ سے چہچہانے

لگے تھے اور درخت آباد ہو گئے تھے۔ گرد و غبار کم ہونے کی وجہ سے آسمان میں دوبارہ تارے نظر آنے لگے تھے۔ لیکن ان مثبت تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ ترقی یافتہ، ترقی پزیر اور پسماندہ ممالک میں بلا تفریق معیشت پر بہت برا اثر پڑا تھا۔ ایک چھوٹے سے وائرس نے لوگوں کو سمجھا دیا تھا کہ محض روپے کی ریل پیل ہی سب کچھ نہیں ہوتی، زندگی گزارنے کے لئے، اس کی حفاظت کے لئے ابھی بہت کچھ کرنا تھا۔ یہی امید تھی جو تخلیق کاروں نے اپنی تحریروں میں اجاگر کی تھی۔ حتیٰ کہ افسانوں میں بھی تخلیق کاروں نے اس طرف توجہ دلانے کی کوشش کی۔ محمد حمید شاہد کے افسانے گل مرگ اس اہم نکتے پر توجہ دی گئی ہے:

> "جس طرح فضا بدل گئی تھی مجھے یقین لگنے لگا تھا کہ اس وبا کے ٹلنے تک انسان بھی بدل جائے گا۔ لوگ سوچنے لگے تھے کہ بہت کچھ بوجھ تھا جو ہم نے کندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ عالمی معیشت دھڑام سے نیچے گری تو اس کی بنیادوں کا کھوکھلا پن نظر آنے لگا تھا۔ دنیا اس رخ سے ضرور سوچے گی۔ یہ میں نے سوچا تھا اور اپنے اوپر سایہ کئے آسمان کی وسعتوں میں دور تک دیکھتا چلا گیا تھا۔"(۸)

حفظانِ صحت کے رویے:

اگرچہ پسماندہ ممالک میں بالخصوص اور باقی دنیا میں بالعموم اب بھی کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ یہ وائرس بھی ایک سازش ہے جس میں کوئی حقیقت نہیں ہے۔ لیکن اس کے باوجود لوگوں میں صحت کے حوالے سے آگاہی بڑھ گئی ہے۔ اس آگاہی میں تخلیق کاروں کا کافی حصہ ہے۔ مضمون ہو، کہانی اور افسانہ ہو یا کوئی تکنیکی تجزیہ ہو، ادیبوں نے ہمیشہ ذمہ داری کا مظاہرہ کیا ہے اور صحت کے حوالے سے اپنا نقطہ نظر بیان کیا ہے جن سے عام قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔
یووال نوح ہریری کے ایک مضمون "کرونا وائرس کے بعد کی دنیا" میں ان رویوں کا تفصیلی ذکر ہے۔

> "یہ صرف انیسویں صدی میں ہی تھا کہ سائنسدانوں نے صابن سے ہاتھ دھونے کی اہمیت دریافت کی۔ اس سے پہلے ڈاکٹر اور نرسیں ایک عمل جراحی سے دوسرے پر بغیر ہاتھ دھوئے پہنچ جاتے تھے۔ آج اربوں لوگ روزانہ ہاتھ دھوتے ہیں، کسی صابن پولیس کے خوف سے نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ حقائق سے واقف ہیں۔ میں اپنے ہاتھ صابن سے اس لئے دھوتا ہوں کیونکہ میں نے وائرس اور بیکٹیریا کے بارے میں سنا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ جرثومے بیماری کا باعث بنتے ہیں، اور مجھے معلوم ہے کہ صابن انہیں رفع کرتا ہے۔"(۹)

معروف افسانہ نگار مشرف عالم ذوقی جن کا انتقال بھی کرونائی دور یعنی اپریل 2021 میں ہوا۔ وہ بھی آخر تک لکھتے رہے۔ 2020 اور 2021 کے دوران ان کے تخلیق شدہ کئی افسانوں میں کرونا اور وائرس کا ذکر موجود ہے۔ گویا اس دور میں تحریر کئے گئے ادبی شہ پاروں پر کرونا کا نفسیاتی اثر رہا۔ اپنے افسانے ''مرگ اسرافیل سے'' میں ذوقی صاحب نے جداگانہ انداز سے وائرس کا ذکر کیا ہے جس میں ایک طرف بچوں پر کرونا کے نفسیاتی اثرات کا اشارہ ہے اور دوسری طرف کرونا سے بچاؤ نہ کرنے پر وائرس کے دوبارہ لوٹنے کا ڈر:

''میں اپنے بیٹے کے کمرے میں آتا ہوں تو وہ لیپ ٹاپ پر ویڈیو گیم کھیل رہا ہے۔
یہ کیا ہے؟
میں وائرس کا شکار کر رہا ہوں
کیا تم وائرس کو مارنے میں کامیاب ہو؟
ہاں، مگر کبھی کبھی نشانہ چوک جاتا ہے۔
نشانہ چوک جاتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟
وائرس پھر سے زندہ ہو جاتے ہیں۔''(۱۰)

ادبی کتابوں کے علاوہ اردو جرائد میں بھی خصوصی طور پر وبا کے حوالے سے ''وبا نمبر'' شائع کئے گئے۔ اردو ادب کے افسانہ نگار اور محقق ڈاکٹر آصف فرخی جو کرونا کے دوران وفات پا گئے تھے۔ انہوں نے اپنے ادبی جریدے ''دنیازاد'' کے وبا نمبر کو ترتیب دیا تھا جس کو ان کی وفات کے بعد شائع کیا گیا۔ سید نصرت بخاری کے ادبی جریدے ''ذوق'' کا بھی وبا نمبر شائع کیا گیا۔ اسی طرح اے رحمن نے ادبی رسالے ''عالمی جائزہ'' کا عالمی وبا نمبر شائع کیا۔ ان ادبی جرائد میں کرونا سمیت مختلف وباؤں کے بارے میں تحقیقی اور علمی مضامین ہیں جس میں کرونا اور دوسری وباؤں کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے۔

رویوں میں مماثلت:

کرونا کے دوران تخلیق شدہ اردو ادب کا موازنہ اگر تاریخ میں گزری تخلیقات کے ساتھ کیا جائے تو حیرت انگیز طور پر نفسیاتی رویوں میں مماثلت پائی جاتی ہے۔ ماضی کے کتابوں کا مختصر جائزہ لیا جائے تو یہ محسوس کیا جا سکتا ہے کہ ان سب تخلیقات میں کرونا کے حالات کی جھلک محسوس کی جا سکتی ہے اور اس دور کے رویوں اور آج کے رویوں میں بہت سے رویے مشترک ہیں۔ وہی نفسیاتی رویے، وہی ڈر اور خوف، لوگوں اور حکومت کا ردعمل وغیرہ۔

وبا کے تناظر میں شعر و شاعری:

نثری ادب کے ساتھ ساتھ شعر و شاعری پر بھی کرونا اور دوسری وباؤں کا اثر رہا۔ سال ۲۰۲۰ میں کئی شعراء نے کرونا کو اپنا موضوع بنایا۔ کرونا وبا کے دوران لکھی گئی اردو شاعری کا اگر جائزہ لیا جائے تو کئی تخلیق کاروں نے احتیاطی تدابیر کو منظوم کیا ہے، کئی شعراء نے وبا کے درد اور المیوں کو زبان دی تو کئی شعراء ایسے ہیں جنھوں نے لاک ڈاؤن، تنہائی اور سماجی دوری میں لوگوں کی ہنستی مسکراتی زندگی سے دوری کا کفارہ کرونا کے موضوع پر طنز و مزاح سے ادا کیا ہے۔

لاک ڈاؤن اور تنہائی کا تخلیق پر اثر:

امجد اسلام امجد نے ۲۰۲۰ء کے آخر میں اپنا شعری مجموعہ ''ایک گرہ کھل جانے سے'' شائع کیا۔ ان کے مطابق ان کے ۱۷ شعری مجموعوں میں سے یہ مجموعہ ریکارڈ کم وقت میں شائع ہوا کیونکہ کرونا لاک ڈاؤن کی وجہ سے مسلسل گھر میں رہنا پڑا اور سوچنے کے لئے زیادہ وقت ملا۔

> ''زرخیزی کا عالم یہ تھا کہ بعض اوقات مسلسل کئی کئی گھنٹے لکھتا رہا ہوں اور خود بخود ایک کے بعد کوئی نہ کوئی نظم یا غزل شروع ہو جاتی تھی۔''(۱۱)

شاعری پر کرونا کا نفسیاتی اثر:

کرونا کے دوران تخلیق شدہ شاعری میں کرونا کا اثر پایا جاتا ہے، اگرچہ غزل، نظم یا مصرعے کا مدعا کرونا نہیں ہوتا لیکن پھر بھی شاعری پر کرونا کا ایک نفسیاتی اثر رہا اور کئی رویوں کو کرونا یا وائرس سے جوڑا گیا۔ مثلاً امجد اسلام امجد کا شعری مجموعہ ''ایک گرہ کھل جانے سے'' ۲۰۲۰ میں شائع ہوا۔ اس شعری مجموعے میں کئی ایسی نظمیں ہیں جس پر کرونا کا نفسیاتی اثر محسوس کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً کرونا کے پس منظر میں نظمیں ''ہم وہ دیوار ہیں'' اور ''آؤ وعدہ کریں''۔ اسی طرح ایک اور نظم ''خوف بھی ایک وائرس ہے''۔

''وائرس کی طرح
خوف کے بھی تو ہیں انگنت سلسلے
مستقل جن کی کوئی بھی صورت نہیں
ہیں کئی وائرس
خوردبینوں کی زرہ شکن آنکھ بھی

دیکھنے سے جنہیں اب بھی معزور ہیں"(۱۲)

مزدوروں اور لاچاروں کے لئے صاحب استطاعت لوگوں نے کرونا کے دوران خوراک اور باقی اشیاء کا بندوبست کیا۔ اس ایثار و قربانی کو بھی شاعری کے زریعے سراہا گیا:

جتنے بھی کم وسیلہ تھے، جو بھی، جہاں بھی تھے
ایسے انہیں شریک کیا اپنے رزق میں
یکسر یقیں میں ڈھل گئے جتنے گماں بھی تھے
خدمت کی اس بہار کی مہکار کو سلام (۱۳)

اسی طرح نظموں کے ساتھ ساتھ غزل بھی کرونا کے زیر اثر رہے۔ کرونا کے دوران تخلیق شدہ غزلوں کے کچھ اشعار:

"کہاں تھیں اس قدر خاموش گلیاں   یہ کوچے اس قدر سنسان کب تھے"(۱۴)

کرونا وبا کے دوران پرانے اشعار کی واپسی:

اسی طرح اس وبا میں کئی شعر ایسے تھے جو اگرچہ وبا سے کئی سال پہلے کہے گئے تھے مگر ان حالات سے کچھ یوں مطابقت رکھتے تھے کہ دوبارہ سے تر و تازہ ہو گئے۔ مثلاً جہانگیر بدر کا یہ شعر کہ

"کوئی ہاتھ بھی نہ ملائے گا جو گلے ملو گے تپاک سے   یہ نئے مزاج کا شہر ہے، یہاں فاصلے سے ملا کرو"

جون ایلیا کا یہ شعر بھی کافی مشہور ہوا۔ "اب نہیں کوئی بات خطرے کی   اب سبھی کو سبھی سے خطرہ ہے"

سماجی دوری کے تناظر میں احمد فراز صاحب کا یہ شعر مشہور ہوا۔ "قربتیں لاکھ خوبصورت ہوں   دوریوں میں بھی دل کشی ہے ابھی"

لاک ڈاؤن کے تناظر میں ناصر کاظمی کا یہ مطلع زبان زد و عام ہوا۔ "نئے کپڑے بدل کر جاؤں کہاں، اور بال بناؤں کس کے لئے"

قرنطینہ کے تناظر میں ڈاکٹر معین نظامی کا یہ شعر۔ "اے زلف پراگندہ، زنجیر کشائی کر   مجھ سے تو نہ ٹوٹے گا زندان قرنطینہ"

کرونا کے موضوع پر شعر و شاعری:

خالص کرونا کے موضوع پر شعری مجموعے بھی شائع کئے گئے۔ جس میں سے ایک ایم زیڈ کنول کا شعری مجموعہ "درد کی دہلیز پر" ہے

عجب مشکل ہے ملنا بھی ضروری ہمیں ہیں جھیلنا یہ امتحانی فاصلہ بھی سلسلہ بھی
لگا ہے ہجر نے کیسی عدالت جاتے جاتے جہانِ وصل آیا دیکھنے یہ ماجرا بھی
نہ جانے کیا کہا خاک شفا نے آبلوں سے لہو لکھنے لگا پانی پہ اپنا مدعا بھی
کنول نے بھر کے چھاگل آب سے جانے کہا کیا بسایا اس نے اپنے آنسوؤں میں آبلہ بھی (۱۴)

دوسرا مجموعہ کرونا سے پیدا شدہ بحران اور المیوں کے تناظر میں لکھی گئی نظمیں ہیں جو ڈاکٹر مشتاق احمد نے "آئینہ حیران ہے" کے نام سے لکھی ہیں۔(۱۵)

ہر شہر ویران ہے، ہر بستی اداس تا حد نظر خاموشی، فضا محو یاس
ایسا تھا وہم و گماں؟ کہ ہو گا فاصلہ زندگی کا ضامن
قربتیں موت کی علامت تنہائی ہم پہ مسکرائے گی
جدائی دل کو راس آئے گی ایک مرئی کو غیر مرئی کا خوف
کوئی ہمدم نہ کوئی غم شناس ایک درجے کو ہے دوریوں کا احساس
مگر ہے زندگی جینے کی آس کہ ان آنکھوں نے دیکھا ہے
برسوں بعد یہ نیل گوں آسمان

کرونائی ادب کا ایک خاص پس منظر ہے جس میں بے پناہ خوف اور بے یقینی کے باوجود زندگی کا پیغام بھی ہے، امید بھی ہے اور ایک خاص انفرادیت بھی۔ کرونا کے دوران طبی گوشہ نشینی (قرنطینہ)، طبی قید تنہائی (لاک ڈاؤن) اور سماجی دوری نے تخلیق کاروں کے لئے سوچنے کا اور لکھنے کا موقع فراہم کیا۔ کرونا وبا کے دوران لکھی جانے والی تخلیقات پر نظر ڈالی جائے تو بہت سے نئے رجحانات محسوس کئے جاسکتے ہیں۔ کئی الفاظ اتنے تواتر کے ساتھ استعمال کئے گئے کہ وہ اردو ادب کا حصہ بن گئے۔ مثلاً سماجی فاصلہ ایک ایسی اصطلاح ہے جس کو پہلے نہیں لکھا گیا تھا۔ اسی طرح کئی الفاظ مثلاً لاک ڈاؤن، قرنطینہ، ماسک اور تنہائی وغیرہ کا تواتر کے ساتھ تحریروں میں استعمال کیا گیا۔ اسی طرح کئی طور طریقے بھی بدل گئے جن کا تحریروں میں ذکر کیا گیا ہے۔ مثلاً ہاتھ ملانے کے بجائے سینے پر ہاتھ باندھ کر یا تھوڑا سا سر جھکا کر قدیم ہندوستان کے "آداب عرض ہے" کی روایت کو زندہ کیا گیا۔ مصافحہ کے لئے کہنی ملانے کا رواج بھی شروع کیا گیا۔ اسی

طرح ان تخلیقات میں کئی نفسیاتی رویوں کا بھی ذکر ہے جن میں ایک طرف کرونا وائرس سے انکار، بے یقینی، عدم تعاون، لالچ، ڈر اور خوف وغیرہ شامل ہیں جبکہ دوسری طرف امید، مدد، ہمدردی اور ایثار و قربانی کے رویے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔https://www.paho.org/en/news/30-1-2020
۲۔ تارڑ، مستنصر حسین (۲۰۲۰ء) شہر خالی، کوچہ خالی، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز
۳۔ ایضا، ص ۳۰
۴۔ ایضا، ص ۲۵
۵۔ حمید شاہد، محمد (جولائی ۲۰۲۱ء) بند دروازہ اور سنسان گلی، کراچی، کتابی سلسلہ تفہیم، ص 147
۶۔ ایضا، ص ۱۴۸
۷۔ ایضا، ص ۱۴۸
۸۔ حمید شاہد، محمد (جولائی ۲۰۲۱ء) گل مرگ، کراچی، کتابی سلسلہ تفہیم، ص ۱۷۱
۹۔ ہریری، یووال نوح (۲۰۲۱) کرونا وائرس کے بعد کی دنیا، مترجم سعید نقوی، کراچی، کتابی سلسلہ دنیا زاد، وبا نمبر، ص ۱۷
۱۰۔ ذوقی، مشرف عالم (جولائی ۲۰۲۱ء) مرگ اسرافیل سے، کراچی، کتابی سلسلہ تفہیم، ص ۱۳۰
۱۱۔ امجد، اسلام امجد (۲۰۲۰ء) ایک گرہ کھل جانے سے، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ص ۷
۱۲۔ ایضا، ص ۱۳۳
۱۳۔ ایضا، ص ۱۰۳
۱۴۔ ایضا، ص ۱۵۴
۱۴۔ کنول، مسرت زہرا (۲۰۲۰ء)، درد کی دہلیز پر، لاہور، باقر پبلی کیشنز، ص ۱۲۷
۱۵۔ مشتاق احمد، ڈاکٹر (۲۰۲۰ء)، آئینہ حیران ہے، نئی دہلی انڈیا، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس